دسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورہ الانفال کا کچھ حصّہ دسویں پارہ میں بھی آیا ہے، انفال، نفل کی جمع ہے، مالِ غنیمت کو کہتے ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ایک ایسے ہی سوال کا جواب دیا گیا تھا جو مالِ غنیمت کے بارے میں کیا گیا تھا، دسویں پارہ کے شروع میں اس کی مزید تفصیل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دیا جائے گا جبکہ چار حصّے مجاہدین کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے۔

مالِ غنیمت کہ تقسیم کا حکم بتانے کے بعد دوبارہ غزوۂ بدر کی تفصیل ہے جس میں قرآن حکیم نے اپنے خاص اسلوب میں اس کی یوں منظرکشی کی ہے کہ گویا سامعین اپنی آنکھوں سے اس غزوہ کا حال دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا:

''اس وقت کو یاد کرو جب تم قریب کے ناکے پر تھے اور وہ دور کے ناکے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا تھا'' (۴۲)۔

غزوہ بدر کے حوالے سے جو باتیں یہاں ذکر کی گئی ہیں ان میں سے خاص خاص باتیں درج ذیل ہیں:

☆ جب دونوں لشکر سامنے ہوئے تو کفار نے مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم سمجھی اور یوں ہی مسلمانوں کو کفّار بہت کم دکھائی دیئے، ایسا اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کا ہونا طے فرما دیا تھا اور اللہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی فریق بھی دوسرے کی کثرت سے مرعوب ہو کر راہِ فرار اختیار کر جائے۔ (۴۳۔۴۴)

☆ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی نصرت کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ کی نصرت کے حصول کے چار عناصر ذکر فرمائے ہیں: (۱) میدانِ جنگ میں ثابت قدمی (۲) اللہ تعالیٰ کا

ذکر کثرت کے ساتھ کرنا (۳) آپس میں اختلاف اور لڑائی جھگڑے سے بچ کر رہنا (۴) دشمن سے مقابلہ کے وقت ناموافق امور پر صبر کرنا۔ (۴۶)

☆ کامیابی کے چار عناصر بتانے کے ساتھ ساتھ مشرکین کی طرح فخر و غرور اور دکھاوا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

☆ غزوۂ بدر میں شیطان مشرکین کے سامنے ان کے اعمال کو مزیّن کر کے پیش کرتا رہا، دوسری جانب مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے جو کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر سخت ضربیں لگاتے تھے۔ (۴۸-51) مفسرین فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ آیات تو غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے عام ہیں۔ چنانچہ موت کے وقت ہر کافر کی پٹائی لگتی ہے۔

☆ قریش پر غزوۂ بدر میں جو آفت آئی اور وہ ذلیل و خوار ہوئے تو اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ جب کوئی قوم شکر کی بجائے کفر اور اطاعت کی بجائے معصیت شروع کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا معاملہ بدل دیتا ہے اور اسے نعمت کی جگہ نکہت اور راحت کی جگہ مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

☆ غزوۂ بدر کے پس منظر میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کے لئے مادی، عسکری اور روحانی تینوں اعتبار سے تیاری مکمل رکھیں، ظاہر ہے غزوۂ بدر میں مادّی تیاری مکمل نہ تھی یہ تو اللہ کی خاص نصرت کا نتیجہ تھا کہ مادّی اور عسکری اعتبار سے کمزوری اور دونوں لشکروں میں بے پناہ تفاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی لیکن آیندہ کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حالات اور ضروریات کے مطابق بھرپور تیاری کریں تاکہ ان کے اسلحہ اور ساز و سامان کو دیکھ کر دشمن پر رعب طاری ہو جائے اور وہ اسلامی لشکر کے سامنے آنے کی جرأت ہی نہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ''جہاں تک ہو سکے تم ان سے مقابلے کے لئے تیاری رکھو، قوت بھی اور گھوڑوں

کا پالنا بھی کہ اس کے ذریعے تمہاری دھاک بیٹھی رہے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسرے لوگوں پر جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے۔"(۸:۶۰)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مادی قوت وطاقت کی اہمیت کے باوجود روحانی قوت کا انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دشمن سے دوبدو ہونے کے لئے روحانی اور ایمانی قوت، تمام دوسری قوتوں اور وسائل کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وہ قوت ہے جو کمزور کو طاقتور بناتی ہے، جو چھوٹے کو بڑے لشکر کے ساتھ ٹکرانے کا حوصلہ عطا کرتی ہے، جو شہادت کی راہ پر چلنا آسان کرتی ہے، ایمانی قوت رکھنے والوں کو ایسا رعب عطا کیا جاتا ہے جو بڑے بڑے سورماؤں کو لرزہ براندام کر دیتا ہے، اپنی اس اجتماعی کمزوری کا کیسے اعتراف کیا جائے کہ آج مسلمان فکری، علمی، مادی، اور روحانی ہر اعتبار سے ضعف اور کمزوری کا شکار ہیں۔

☆ جہاں مسلمانوں کو جنگ کے لئے ہمہ وقت مستعد رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ

"اگر یہ (کافر) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔"(۸:۶۱)

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اگر صلح میں مسلمانوں کی مصلحت ہو تو صلح کر لینی چاہیے، جنگ کی تیاری اور جذبۂ جہاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بہر صورت جنگ ہی کرنا ضروری ہے اور مصالحت سے دور رہنا ہی اللہ کا حکم ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر صلح کا راستہ اختیار فرمایا ہے۔

☆ جنگِ بدر میں ستر مشرکین گرفتار ہوئے تھے، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کے موافق ان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ انہیں قتل کر دیا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ انہیں فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے،

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کو پسند فرمایا اوران قیدیوں کو رہا کر دیا، اس پر اللہ کی طرف سے عتاب نازل ہوا، فرمایا گیا: ’’اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو فدیہ تم نے لے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔‘‘ (۸:۶۸)

اس قسم کی آیات جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا گیا ہے قرآن کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہیں، اگر بالفرض قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا تو ایسی آیات کو قرآن میں ہرگز جگہ نہ ملتی۔ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ عتاب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس فدیہ کے کھانے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اسے حلال اور پاکیزہ قرار دیا جو مشرک قیدیوں سے لیا گیا تھا۔ سورت کے اختتام پر ان لوگوں کو ایک دوسرے کا رفیق قرار دیا گیا ہے جو اللہ کی رضا کے لئے ہجرت اور جہاد کرتے ہیں، ایک دوسرے کو ٹھکانہ فراہم کرتے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اس سورت کی ابتداء جہاد اور غنیمت کے ذکر سے ہوئی تھی اور اختتام نصرت اور ہجرت کے ذکر پر ہو رہا ہے گویا کہ یہ سورت ابتداء سے اختتام تک جہاد ہی کے بیان پر مشتمل ہے۔

سورۃ التوبۃ

سورہ توبہ مدنی ہے اور اس میں ۱۲۹ آیات اور ۱۶ رکوع ہیں، اسے سورۂ براۃ بھی کہا جاتا ہے، اس سورت کا پہلا لفظ ہی ’’براۃ‘‘ ہے۔ یہ سورت ۹ ہجری میں اس وقت نازل ہوئی جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں کی سرکوبی کے لئے نکلے تھے، اس غزوہ کو غزوۂ تبوک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ غزوہ سخت گرمی کے زمانے میں پیش آیا تھا، سفر بھی بہت طویل تھا، پھل پکے ہوئے تھے جو کہ ان کا اہم ذریعہ معاش تھے اور مقابلہ ایک ایسی سلطنت سے تھا جسے اپنے وقت کی سپر پاور ہونے کا دعویٰ تھا، مختصر یہ کہ یہ غزوہ اہلِ ایمان کے لئے بڑی ابتلاء اور ان کے صدق واخلاص کا امتحان تھا، اس کے ذریعے مومنوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز بھی ہو گیا، حقیقت میں سورۂ توبہ کے بنیادی ہدف دو ہی ہیں: ایک...... مشرکین اور اہلِ کتاب کے ساتھ جہاد کے احکام بیان کرنا، دوسرے...... غزوۂ تبوک کے پس منظر میں اہلِ ایمان اور اہلِ نفاق کے

درمیان واضح فرق کردینا۔

جہاں تک احکامِ جہاد کا تعلق ہے تو تمہید کے طور پر ان معاہدات سے برأت کا اعلان کیا گیا جو مسلمانوں نے مشرکین کے ساتھ کئے تھے، ان کے لئے انتہائی مدّت چار ماہ مقرر کردی گئی، یوں ہی مشرکوں کو بیت اللہ کا حج کرنے سے بھی منع کردیا گیا کہ کیونکہ یہ لوگ کئی بار عہد شکنی کہ مرتکب ہوچکے تھے اور اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے یہود کے ساتھ گٹھ جوڑ کرتے چلے آرہے تھے۔ مشرکوں سے برأت کا اعلان کرنے کے بعد اہلِ کتاب کے ساتھ بھی قتال کی اجازت دی گئی ہے کہ مکر وفریب، عہد شکنی، منافقت اور جھوٹ ان کی فطرت میں رچ پس چکا تھا۔ یہود کا قبیلہ بنوقریظہ ہو یا بنونضیر اور بنوقینقاع، انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا، تقریباً بیس آیات میں ان کے باطنی خبث اور سیسہ کاریوں کو طشت ازبام کیا گیا ہے اور مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ ''اہلِ کتاب میں سے جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہوکر جزیہ دیں۔'' (۶۹)

جہاں تک اس سورت کے ہدف کا تعلق ہے تو منافقوں کی علامات اور بدباطنیوں کو اس انداز میں بیان کیا گیا کہ وہ سب کے سامنے ذلیل اور رسوا ہوکر رہ گئے، اسی لئے اس سورت کا ایک نام ''سورۃ الفاضحہ'' بھی ہے یعنی رسوا کرنے والی سورت، اس سورت کے نزول سے قبل انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کے زبانی دعوے کے پردے میں چھپا رکھا تھا لیکن اس سورت نے ان کے باطن کو یوں ظاہر کیا کہ ہر کسی نے جان لیا کہ کون منافق ہے اور کون مخلص مؤمن ہے، منافقوں کی کمزوریوں اور عیوب کو نمایاں کرنے کا ظاہری سبب غزوۂ تبوک بنا، جہاد تو ویسے بھی جان کو جوکھوں میں ڈالنے والی عبادت ہے جبکہ غزوۂ تبوک میں مادی اعتبار سے اپنے وقت کی سب سے بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ تھا اور وہ بھی شدید گرمی اور فقر وفاقہ کے دنوں میں، اس

غزوہ کے پسِ منظر میں منافقوں سے جو حرکتیں سرزد ہوئیں ان کا اندازہ ذیل کی چند جھلکیوں سے لگایا جاسکتا ہے، یہ جھلکیاں سورۂ توبہ کی بعض آیات ہی سے ماخوذ ہیں:

☆ اللہ نے پیشن گوئی فرمادی تھی کہ ''منافق قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور (تبوک کی طرف) نکل پڑتے۔'' (۹:۴۲) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو منافقوں نے جھوٹے اعذار پیش کیے۔

☆ سوائے چند کے باقی تمام مخلص مسلمان فوراً غزوۂ تبوک میں شرکت کے لئے تیار ہو گئے جب کہ منافقوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے مدینہ میں رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔

☆ اللہ نے فرمایا کہ ان منافقوں کا جہاد میں نہ نکلنا ہی بہتر تھا، اگر بالفرض وہ شرکت کرتے تو مسلمانوں کے درمیان فتنہ فساد پھیلانے کے سوا کچھ بھی نہ کرتے۔ (۹:۴۷)

☆ ان میں سے بھی بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے مضحکہ خیز عذر پیش کر کے اپنے لئے استثناء حاصل کرنے کی کوشش کی، مثال کے طور پر جد بن قیس نام کے ایک صاحب کہنے لگے ''یارسول اللہ! میں دل کا بڑا کمزور ہوں جبکہ رومیوں کی عورتیں گورے رنگ کی ہوتی ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں جہاد میں گیا تو انہیں دیکھ کر فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔'' (۹:۴۹)

☆ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لئے بغض اور حسد کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (۹:۵۰) اگر مسلمانوں کو فتح حاصل ہو یا مالِ غنیمت ہاتھ آئے تو پریشان ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے برعکس کسی حادثے یا مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو انہیں بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔

☆ وہ قسمیں کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ اے مسلمانو! ہم تمہیں میں سے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (۹:۵۶)

☆ ان کی نظریں صرف مال پر ہوتی ہیں اگر مل جائے تو خوش ہوتے ہیں، اگر محروم رہیں تو اللہ کے نبی پر بھی طعنہ زنی سے باز نہیں آتے۔

☆ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کسی کی بات سن لیا کرتے تھے اس لئے وہ آپ کے بارے

میں کہتے تھے کہ آپ تو ''نرے کان'' ہیں۔(۹:۶۱)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انہیں مستقل یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کا پول کھول دے اور ان کی قلبی راز فاش کر دے۔(۹:۶۴)

☆ ایک دوسرے کو برائی کا حکم دینا، نیکی سے روکنا اور بخل کرنا ان کی نمایاں صفات میں سے ہیں۔(۹:۶۷)

☆ ان منافقین کی صفات اور اعمال، ماضی کے کفار جیسے ہیں۔(۹:۶۹)

☆ ان کے دل اللہ کی محبت، اس کے ذکر و شکر اور اس کی عظمت سے یکسر خالی ہیں، ظاہر ہے جس کے دل میں اللہ کی عظمت نہیں ہوگی اس کے لئے معصیت اور نافرمانی بہت آسان ہو جائے گی۔(۹:۶۷)

منافقوں کو کفار کے ساتھ تشبیہ دینے کے بعد قومِ نوح، عاد، ثمود، قوم ابراہیم، اصحابِ مدین اور قوم لوط کا ذکر کیا ہے۔

☆ دسویں پارہ کے آخر تک منافقوں ہی کا تذکرہ ہوا ہے اور ان کے بارے میں اللہ نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ اے میرے پیغمبر! ''اگر آپ ان کے لئے ستّر بار بھی استغفار کریں تو بھی اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا، اور یہ بھی فرمادیا کہ اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ ادا نہ فرمائیں۔(۹:۸۴) منافقوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان مخلص مسلمانوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جن میں سے کوئی بڑھاپے، کوئی شدید بیماری اور کوئی سامانِ جہاد نہ ہونے کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کرسکا ان لوگوں کے جذبات کا یہ عالم تھا کہ جہاد میں شرکت نہ کرسکنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو امڈ امڈ آتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ مخلصین کی اس جماعت پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

پیشکش: ابوزبیر [www_alkalam_pk@yahoo.com]